بشر مثلکم

تحریر: محمود مرزا جہلمی چیف ایڈیٹر ہفت روزہ "صدائے مسلم" جہلم

سورۃ الکہف کی آخری آیہ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کی زبانِ اطہر سے کہلوایا گیا ہے: ﴿قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد.....الخ﴾ ترجمہ: "میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس (بس) یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبودِ برحق ایک ہی معبود ہے۔ سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے"۔

امت نے اپنے نبیؐ کی حیثیت کو متنازعہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ امت کی عقل پر پتھر پڑ گئے اور وہ ان باتوں کا تعین کرنے لگی جن کا تعین قرآن مجید نازل فرمانے والے رب نے خود ہی کر دیا تھا۔ گویا متعین کو متنازعہ بنا دیا۔ ان آیات کو متشابہات کے درجے پر لے گئی جو محکمات (بینات) میں تھیں اور میرے خیال میں یہی وہ جرم ہے جس کے نتیجے میں امت کی ایکتا جاتی رہی اور وہ ایک نبیؐ کا کلمہ پڑھنے کے باوجود ایک امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتی۔ جو لوگ ایک امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، ان کا یہ دعویٰ نرا بے بنیاد ہے کہ وہ ایک خدا کے بندے، ایک نبیؐ کے امتی اور ایک دین کے پیروکار ہیں۔ کشمیر، فلسطین، کسووا، عراق اور چیچنیا میں امتِ محمدیہؐ پر جو کچھ گزر رہی ہے وہ اسی جرم کی سزا ہے کہ اہلِ اسلام نے ابھی تک اپنے نبیؐ کی حیثیت مقرر کرنے کا کام مکمل نہیں کیا۔

ایک عام انسانی کمزوری یہی ہے کہ امت نبیؐ کو اگر کھاتا پیتا اور راہِ حیات پر چلتا پھرتا دیکھے تو اس کی نبوت کو مشکوک سمجھنے لگتی ہے۔ قرآن مجید میں امم سابقہ کے انکارِ نبوت کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ نبی بازاروں اور گلیوں میں چلتے پھرتے تھے اور کھانا کھاتے تھے۔ گویا انکارِ نبوت کی وجہ وہ مشابہت ہے جو نبی اور امتی کے کسی فعل یا کسی عادت میں پائی جاتی ہے۔

ہمارے مسلمانوں کا ایک طبقہ اس بات پر بڑا سیخ پا ہوتا ہے کہ حضور اقدسؐ کو "تمہاری طرح کا بشر" کیوں کہا گیا ہے۔ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ نے کہلوایا ہے اور آنحضرت ﷺ نے کہا ہے اور قرآن مجید میں مرقوم و محفوظ ہوا ہے۔

حضورِ اقدسؐ کی زبانِ اطہر سے جو یہ کہلوایا گیا ہے تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اگر کوئی عالم، فاضل استاذ... انکسار و تواضع کے تحت اپنے تئیں صرف طالب علم کہے تو ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ واقعی طالب علم ہے اور نہ ہی ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ہم اسے مولانا کی جگہ طفلِ مکتب کہنا شروع کر دیں۔ ان کا یہ کہنا بجا!!! لیکن

یہاں معاملہ اصولی طور پر مختلف ہے۔ "بشر مثلکم" کے کلمات حضورِ اقدسؐ کا کلام نہیں ہے کہ جس میں آپؐ نے تواضع سے کام لیا ہو... بلکہ یہ اس باجبروت مالک الملک اور ملیک مقتدر کا زبردست کلام ہے جس کے بارے میں تواضع کا تصور پرلے درجے کی بے ادبی ہے۔

وجہ نزاع یہ ہے کہ لوگ "بشر" کے مطلق استعمال سے پریشان ہو جاتے ہیں۔ تمام اولادِ آدم بشر ہے۔ قطع نظر اس سے کہ کسی کا سیرت و کردار کیا ہے۔ جمیع اولادِ آدم میں ان کا شمار بھی بشر میں ہوتا ہے جن کے سیرت و کردارِ شنیعہ کو سامنے رکھ کر قرآن مجید نے انہیں ﴿کالانعام بل هم اضل﴾ ترجمہ : "چوپایوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر" کہا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن مجید میں ایسے ردی لوگوں کو مویشی سے بھی بدتر کہا گیا ہے... تو پھر کیا انہیں زمرۂ بشریت سے نکال دیا جائے گا.... اور اگر نکال دیا جائے گا تو سوال پیدا ہوگا کہ پھر ان کا حساب بھی ہوگا یا نہیں ؟ کیونکہ ﴿أنعام﴾ یعنی (چوپائے) حساب کے مکلف نہیں ہیں۔ احباب اگر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ ارذل ترین انسان جو قرآن کی زبان میں حیوانات سے بھی بدتر ہے، نوع کے اعتبار سے اولادِ آدم کے ناتے میدانِ حشر میں زمرۂ بشریت میں ہی شمار ہوگا۔

اس مقام پر ہم نہایت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ "مثلکم" سے مراد وہ بشر نہیں جس کا سیرت و کردار، جس کے اعمال، جس کا رزق، جس کا لین دین یعنی جس کی زندگی کا پورا برتاوا ہم اور ہمارے برتاوے اور رویئے جیسا ہو... ہم اور ہمارا کردار... ہم اور ہمارے اعمال... ہم اور ہماری عبادات کہاں ؟ اور حضورِ اقدسؐ کی سیرتِ طیبہ، اخلاقِ حسنہ اور عباداتِ جلیلہ کہاں ؎

چراغِ مردہ کجا و چشمۂ آفتاب کجا　　　ببیں تفاوتِ راہ ہست از کجا تا بکجا

جن پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ مقربین درود بھیجیں ہم ان کی مثل کہاں اور کیسے ہو سکتے ہیں ؟ ہماری عقیدتوں، محبتوں اور قلبی ارادتوں کا نقشہ یہ ہے ؎

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب　　　ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبیست

جن کے درِ دولت کی دربانی فرشتے کریں۔ جن کے قدوم میمنتِ لزوم نے آسمانوں کی رفعتوں کو چھوا ہو۔ جو میدانِ حشر میں آدم علیہ السلام اور ان کی ساری اولاد بشمول انبیائے کرامؑ کے سردار ہوں گے۔ جو مقامِ محمود پر فائز ہوں گے۔ جن کو سب سے پہلے اذنِ شفاعت ہوگا اور جن کی سفارش قبول ہوگی، بھلا کون نادان انہیں اپنے جیسا کہے گا۔ مسلک اہل حدیث کے مطابق

؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

قارئین توجہ فرمائیں!! تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ خود قرآن مجید نے "مثلکم" کے متصل ہی یہ بھی فرما دیا: "یوحیٰ الیّ" وہ بشرِ اطہر، جس کی عصمت کی حفاظت اللہ جل شانہ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے وہ ہم تم جیسے گنہ گاروں اور معصیت کاروں جیسے کیونکر ہو سکتے ہیں؟ ان کی طرف وحی آتی تھی جبکہ ہماری طرف نہیں آتی تو وہ ہماری مثل کیسے ہو سکتے ہیں۔ جو یہ کہتا ہے اسے اپنے ایمان کا از سر نو جائزہ لینا چاہیے۔ وحی اور نبوت ایسا فرق ہے جو ہمیں اور حضورِ اقدسؐ کو دو مختلف خانوں میں ڈال دیتا ہے۔ وہ نبیؐ ___ ہم غیر نبی اور امتی! نبی اور غیر نبی، نبی اور امتی "مثلکم" کیسے ہو سکتے ہیں؟ میری عقیدت و محبت تقاضا کرتی ہے کہ میں اس سلسلہ خیال کو ابھی طویل کروں مگر میرے خیال میں بیانِ حقیقت کیلئے اتنا کافی ہے۔

اب "مثلکم" کا اصل مفہوم بیان کرنا باقی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ تمہارے پاس تمہاری جانوں میں سے آئے ہیں۔ آپؐ عبداللہ کے بیٹے اور عبدالمطلب کے پوتے تھے۔ یہ دونوں بزرگ انسان تھے اور بشر تھے۔ آپؐ نے مائی آمنہ کے بطن سے جنم لیا۔ حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا۔ آپؐ نے حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے اور دیگر کئی ازواجِ مطہراتؓ سے رشتہ مناکحت قائم فرمایا۔ بیٹیوں اور بیٹوں کے باپ بنے۔ یہ سب بشری رشتے ہیں۔ فاقہ کی شدت برداشت کرنے کے لئے شکم مبارک پر پتھر باندھے۔ سردی گرمی سے جسمِ اطہر کو بچانے کے لئے لباس زیبِ تن فرمائے۔ ابراہیم بیٹے کی وفات پر آنسو بہائے، جنگ میں زخم آیا تو پٹی بندھوائی۔ کسی نے زہر دیا تو اس کا اثر ہوا۔ کسی نے جادو کیا تو اس کا بھی اثر ہوا۔ شانے کا گوشت اور ثرید کو پسند فرمایا۔ حجامت بنوائی، غسل فرمایا۔ دانتوں کو مسواک سے چمکایا۔ رفع حاجت کے بعد استنجاء فرمایا اور حدثِ اصغر کے بعد وضو تازہ کیا۔ طویل سجدے اور قیام فرمایا۔ میدانِ جنگ میں جہاد کیا۔ دیکھیں یہ سب بشری تقاضے اور فرائض تھے۔ جن سے آپؐ عہدہ برآ ہوئے۔ تو ان معنوں میں آپؐ "مثلکم" ہیں۔ یعنی آپؐ نوع کے اعتبار سے بشر تھے۔ معروف بشری قاعدے کے مطابق آپؐ باپ کی پشت اور ماں کے بطن سے منصۂ شہود پر آئے۔ مسلمہ بشری تقاضوں کے تحت آپ کو سردی گرمی اور بھوک پیاس لگتی، تھکن ہوتی، نیند آتی، آپؐ کی طبع مبارک، بشری طریقوں پر ہی پسند و ناپسند کی حامل تھی۔ بشر ہوتے ہوئے معراج پر جانا ہی آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔ آج تک کوئی دوسرا بشر زمین کی کششِ ثقل اور فضا کی حدود سے باہر نہیں جا سکا، جبکہ فرشتے ان پابندیوں سے آزاد ہیں۔ جبریل امین علیہ السلام کا آسمانوں اور زمینوں میں یکساں پھرنا، کوئی معجزہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ نوری مخلوق ہیں۔ عزرائیل علیہ السلام دن میں کئی بار زمین پر انسانوں کی جانیں قبض کرنے کے لئے آتے اور واپس آسمانوں پر چلے جاتے ہیں مگر اللہ تعالے نے ان کے سفر کو دھوم دھڑکے سے بیان نہیں فرمایا کیونکہ وہ نوری ہیں.... مگر جب ایک بشر نے کششِ ثقل کی پابندیوں اور فضا کی حدود کو توڑا تو جس

اللہ تعالیٰ نے اسے یہ صلاحیت بخشی تھی، اس نے اس مہتم بالشان واقعہ کو ﴿سبحان الذی اسری بعبدہ ...الخ﴾ کا عنوان بنا کر اپنی عظمتوں کی نشانی کے طور پر قرآن مجید میں مرقوم فرمادیا۔ گویا بشر کی معراج خارق العادت ہے، ورنہ نوری مخلوق تو ہمیشہ ہی آسمانوں پر آتی جاتی رہتی ہے۔

اللہ باری تعالیٰ نے ایک بشر رسولؐ سے طویل و عریض قیام و سجود کرائے، ایک بشر رسولؐ سے جہاد کرایا، ایک بشر رسولؐ سے روزے رکھوائے۔ ایک بشر رسولؐ کو بیویوں کا خاوند بنایا، ایک بشر رسولؐ کو اولاد کا باپ بنایا، عثمانؓ اور علیؓ کا سسر بنایا، ابوبکرؓ اور عمر فاروقؓ کا داماد بنایا، ایک بشر رسولؐ کو نرم گرم بستر اور خوابِ شیریں سے جگا کر تہجد پڑھوائی... تاکہ دنیا کے تمام بشر اپنی بشری حیثیت کی تمام جہتوں میں اس بشر رسولؐ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے اس کے پاس واپس آئیں اور کل میدانِ حشر میں کوئی بشر یہ نہ کہہ سکے کہ جس رسولؐ کا اسوۂ اس کے سامنے رکھا گیا تھا وہ بشریت کے تمام تقاضوں سے بری تھا، اس لئے اس کے اسوۂ پر عمل اس کے لئے ناممکن تھا۔

جو اصحاب رسول اکرمؐ کو بشر ماننے میں متامل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اس "مثلکم" سے آنحضرتؐ کی تنقیص ہوتی ہے۔ اور جو لوگ "مثلکم" کے قائل ہیں وہ آپؐ کی شانِ اقدس میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کا یہ موقف ایک تو کلامِ الٰہی سے متصادم ہے۔ کیونکہ "مثلکم" کسی بندے نے نہیں کہا بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ دوسرے "مثلکم" کے جو معنی وہ کرتے ہیں، وہ بڑے ہی غیر علمی ہیں۔ وہ توجیہ اس لائق نہیں کہ کوئی مسلمان اسے قبول کرے۔ بلکہ میرے نزدیک وہ توجیہ حضورؐ کی شانِ اقدس میں واقعی ناقابلِ معافی جسارت ہے۔ وہ اس لائق نہیں کہ اسے ورطۂ تحریر میں لایا جائے۔ بہر حال "مثلکم" کی جو وضاحت میں نے کی ہے وہی اس کی سچی تشریح ہے۔

یہ اصحاب حضورؐ کو بشر کے مقابلے میں نور کہتے ہیں۔ اور اسے حضورؐ کی شان افزائی قرار دیتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں "میرا نور سب سے پہلے پیدا کیا گیا" اور اگلے ہی سانس میں وہ حضورِ اقدسؐ کو "نور من نور الله" کہتے ہیں۔ یہ دو دعوے باہم متناقض ہیں۔ اگر بقول ان کے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کا نور سب سے پہلے تخلیق فرمایا ہے... تو پھر خالق نے یقیناً تخلیق کے لئے وہ قاعدہ اختیار نہیں فرمایا ہوگا جو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے لیے برتا تھا کیونکہ آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔ اس کے بعد تخلیق کے لئے مرد و زن کی ترویج کی راہ مقرر کی گئی اور جب اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق کے لئے غیر معمولی طریقہ پسند فرمایا تو پھر اسے پوری شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمادیا۔ اس لئے اگر حضورؐ کو تخلیقِ آدم کے برعکس مٹی کی بجائے نور سے بنایا جانا مقصود تھا، تو پھر تخلیقِ محمدیؐ کے لئے تولیدِ بشر کا معروف طریق اپنانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ نور

کو جسم پاک محمدؐ میں متشکل کرنے کیلیے خاکی بشر کی تولید کا طریقہ اپنانا سرے سے ضروری ہی نہ تھا، بس "کن فیکون" کا طریقہ ہی کافی تھا دوسری بات یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ واقعی اللہ کے نور میں سے نور ہیں تو پھر یہ سوچنا پڑے گا کہ "میرا نور سب سے پہلے پیدا کیا گیا" والی روایت میں تو پیدا کرنے کی بات کی گئی ہے... جبکہ دوسرا دعوی یہ ہے کہ حضورؐ اللہ کے نور میں سے نور ہیں... اب آپ یہ بتائیں کہ اللہ تعالی نے اپنے ہی نور کو کیونکر تخلیق فرمایا؟؟؟ پھر اگر اللہ کے نور میں سے نور والی بات کو درست تسلیم کرلیا جائے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ نور ذاتِ باری تعالی سے جدا کیسے ہوا؟؟ جبکہ وہ ناقابلِ تقسیم اکائی ہے۔ یہ سوال ان حضرات سے وضاحت کا طالب ہے۔ اسے بھی جانے دیجئے۔ یہ دونوں دعوے اس بنا پر یقیناً من گھڑت اور بے اصل ہیں کہ باہم متناقض و متصادم ہیں۔ رہیں ان کی اسناد... تو ان سے یہ خود مدعیانِ گرامی بھی واقف نہیں ہیں۔

میں آگے بڑھنے سے پہلے یہ عرض کرتا جاؤں کہ "مثلکم" اللہ تعالی نے فرمایا ہے اور حضورؐ کو بشر بھی خالق نے کہا ہے۔ اور متذکرۃ الصدر دونوں دعوے ہمارے محترم احباب نے حضورؐ کی زبانِ اقدس سے کرائے ہیں۔ غور فرمایئے... کیا نبی اکرمؐ کوئی ایسا دعوی کر سکتے تھے جو اللہ تعالی کی وحی کے برعکس ہوتا، نہیں! ہرگز نہیں!! اللہ تعالی آپؐ کو خاکی بشر کہے اور آپ ﷺ کہیں... نہیں، میں تو نوری مخلوق ہوں ان احباب کو اپنے اس بے بنیاد دعوی سے دستبردار ہونا چاہیے... کیونکہ اس سے قرآن اور حدیث کا ٹکراؤ ثابت ہوتا ہے۔

ان احباب پر یہ کیفیت ظاہر ہے۔ اس کا حل انہوں نے یہ نکالا ہے۔ کہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں تحریفِ معنوی کی ہے۔ میں قارئین کی آسانی اور آگے ہونے والی بحث کو سمجھنے کی خاطر پوری آیت اور اس کا مکمل ترجمہ نقل کررہاہوں : ﴿یا أهل الكتاب قدجاء كم رسولنا يبين لكم كثيراً مماكنتم تخفون من الكتاب ويعفوا عن كثير، قدجاء كم من الله نور وكتاب مبين﴾ (المائدۃ : ۱۵) "اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارے یہ رسولؐ آئے ہیں۔ کتاب میں سے جن امور کا تم اخفا کرتے ہو، ان میں سے بہت سی باتوں کو تمہارے سامنے صاف صاف کھول دیتے ہیں اور بہت سے امور کو واگزاشت کردیتے ہیں۔ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور ایک واضح کتاب آئی ہے۔ کہ اس کے ذریعے اللہ تعالی ایسے لوگوں کو جو رضائے حق کے طالب ہوں، سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں اور ان کو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتے ہیں اور ان کو راہِ راست پر قائم رکھتے ہیں"۔

میں اس حصہ کی نشاندہی کردیتاہوں جس سے یہ حضرات دلیل پکڑتے ہیں : "تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آئی ہے" ان کا کہنا ہے نور اور کتاب دو چیزیں ہیں۔ نور سے مراد رسولِ پاکؐ ہیں اور

کتاب قرآن مجید ہے۔ مگر وہ اس سے آگے نہیں بڑھتے کیونکہ اگلے ہی کلماتِ طیبہ میں ان کے اس خیالِ باطل کی قلعی کھل جاتی ہے۔

قرآن مجید کے اصل الفاظ یہ ہیں : ﴿ نور وکتب مبین ٥ یھدي به الله ﴾ قارئین توجہ فرمائیں گے تو گرائمر کا یہ مسئلہ وہ آسانی سے سمجھ لیں گے :

"نور" اور "کتاب مبین" یہاں فاعل ہے۔ ان کے خیال کے مطابق "فاعل ہیں" یہ مرکب عطفی ہے۔ اور عطف بیان ہے۔ "نور" مطعوف علیہ اور "کتاب مبین" معطوف ہے۔ اہلِ لغت کے مطابق معطوف اپنے مطعوف علیہ کا "مبیّن" ہے۔ اور معطوف علیہ "مبیّن" ہے۔ اور مرکب عطفی ہمیشہ واحد شمار ہوتا ہے۔ مگر وہ اس خیال سے اتفاق نہیں کرتے۔ اس لئے اسے جانے دیجئے بحث کی خاطر ہم ان کا ترجمہ مان لیتے ہیں کہ "تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آئے ہیں" اگر یہ چیزیں دو ہیں تو ظاہر ہے کہ پھر "صیغه تثنیه مذکر غائب" ہے۔ آگے ترجمہ یوں ہے : "اسکے ذریعے ...." قرآن مجید میں "بہٖ" کی ضمیر آئی ہے۔ جس کا ترجمہ ہے : "اس کے ذریعے" یا "جس کے ذریعے" ہے۔ اگر "نور" اور "کتاب مبین" بقول انکے دو چیزیں ہیں تو پھر آگے۔ "جس کے ذریعے" یا اسکے ذریعے" کی جگہ "جن کے ذریعے" آنا واجب تھا۔ یعنی ضمیر واحد مذکر "به" کی جگہ "تثنیه مذکر" "بھما" آنا چاہیے تھا۔ یہ گرائمر کے مسلمہ قواعد کا معاملہ ہے۔ اس سے کوئی اختلاف کر ہی نہیں سکتا۔ اور اگر کوئی ایسی جسارت کرتا ہے تو وہ کلام اللہ شریف میں گرائمر کا نقص نکالتا ہے اور اگر ایسا کرتا ہے تو پھر اسے اپنے اسلام کی خیر منانا چاہیے۔ بات وہی ٹھیک ہے جو ہم کہتے ہیں کہ "نور" اور "کتاب مبین" ایک ہی چیز ہے اور "بہٖ" کی ضمیر کا مرجع ایک ہی چیز بن سکتی ہے، دو نہیں بن سکتیں۔ یہ دلیل قاطع ہے۔ کتاب کی ہدایت ہی نور ہے۔

اب یہ دیکھنا بھی واجب ہے کہ آیا قرآن پاک اپنے تئیں اور دیگر آسمانی کتب کو نور کہتا ہے ؟ جی ہاں کہتا ہے۔ سورۃ (المائدۃ : ۴۴) میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿انا انزلنا التوراة فیھا ھدی ونور﴾ ترجمہ : "ہم نے توریت نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور ہے"۔

قارئین دیکھ لیں توریت کو نور کہا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن اپنے تئیں کتاب منیر اور رسول اللہ ﷺ کو سراج منیر کہتا ہے۔ یہاں بھی ہدایت اور نور ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ ہدایت نور اور نور ہدایت ہے۔ اب سورۃ (المائدہ : ۴۶) ﴿وقفینا علی اٰثارھم بعیسیٰ ابن مریم مصدقاً لمابین یدیه من التوراة ،واٰتیناہ الانجیل فیه ھدی ونور ﴾ ترجمہ دیکھئے اس میں انجیل کا ذکر ہے "اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریمؑ کو اس حالت میں بھیجا کہ وہ اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق فرماتے تھے اور ہم نے ان کو انجیل دی، جس میں

ہدایت اور نور تھا"۔ اسی کے اندر والی ہدایت کو نور کہا گیا ہے۔

اب آپ کے سامنے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۷۹ اور اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔﴿ماکان لبشر أن یوتیه الله الکتاب والحکم والنبوة ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون الله﴾ "کسی بشر سے یہ بات نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرما دیں پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ........" توجہ فرمائیں اور دیکھیں... فرمایا گیا ہے کہ کتاب، فہم اور نبوت بشر کو ہی دی جاتی ہے۔ لہٰذا انبیائے کرامؑ کا بشر ہونا قرآن سے ثابت ہے اور یوں پیغمبر اعظم و نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشر تسلیم کرنا، اسی طرح ہمارے ایمان کی بنیاد ہے جس طرح آپؐ کی رسالت مدارِ ایمان ہے۔ پہلی امتوں نے اپنے انبیائے کرامؑ کی نبوتوں کا انکار دیگر بہانوں کے علاوہ اس بہانے بھی کیا تھا۔ کہ وہ بشر ہیں اور عنداللہ یہ عذر مردود ہوا اور وہ امم سابقہ مغضوب قرار پائیں۔ وہ لوگ بڑی بھول کا شکار ہیں اور انہیں اس بھول کا ازالہ کرنا چاہیے جو "مثلکم" کو اپنے نہایت درجہ ردی سیرت و کردار پر قیاس کرنے کی حماقت کرتے ہیں۔ الغرض حضورِ اقدسؐ سیرتِ پاک کے اعتبار سے اولین وآخرین میں بے مثل اور نوع کے اعتبار سے "مثلکم" ہیں۔

حدیثِ معراج سب مسلمانوں میں متفق ہے۔ آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام نے حضور ﷺ کا استقبال "ولد صالح" کہہ کر کیا تھا۔ "نور من نور الله" کہنے والے اللہ سے ڈریں اور توبہ کریں۔ کیا اللہ کا نور آدم علیہ السلام کا بیٹا بھی ہو سکتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

اگر نبی کریم ﷺ کی زبانِ وحی ترجمان سے جب اللہ تعالیٰ "قل" کے ذریعے کوئی بات کہلواتے ہیں کہ اپنی ذات کے بارے میں یوں کہہ دیجئے اور بقول ان کے اظہارِ انکسار ہوتا ہے تو یہ فرمائیے کہ سورۃ الانعام کی آیت ۱۴ ﴿قل انی أمرت أن أکون أول من أسلم ولا تکونن من المشرکین﴾ جو "قل" سے شروع ہوتی ہے اس میں دیگر کئی باتوں کے علاوہ آپؐ یہ بھی کہلوایا گیا ہے "میں سب سے پہلے اسلام قبول کروں" تو یہ اظہارِ حقیقت ہے یا اظہار انکسار ہے؟ انبیائے کرامؑ تبلیغی اور تشریعی معاملات میں حکمت سے تو کام لیتے ہیں مگر انکسار نہیں برتا کرتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کو للکارتے ہیں تو آپؑ کا انداز حاکمانہ ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ پہاڑی کے وعظ میں ایسا پرہیبت انداز اختیار فرماتے ہیں کہ سرزمین عرب کانپ اٹھتی ہے۔ بقول الطاف حسین حالیؒ ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضورِ اقدسؐ "مثلکم" نہ تھے تو کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبان سے ایک خلافِ حقیقت بات کہلوا دی ہے؟

جو لوگ آپؐ کے "مثلکم" ہونے پر معترض ہیں وہ دراصل کلامِ الٰہی پر معترض ہیں۔ یہ اعتراض دراصل انکارِ نبوت ہے۔ یہ محبت نہیں۔ بغاوت اور سرکشی ہے۔ یہ کلام کا انکار ہے۔ کلام کا انکار صاحبِ کلام اور قائلِ کلام کا انکار ہے۔ صاحبِ کلام اللہ تعالیٰ ہیں۔ قائلِ کلام حضور اقدس ﷺ ہیں۔ کلام "مثلکم" ہے۔ سو جو لوگ "بشر مثلکم" میں مین میخ نکالتے ہیں وہ دراصل اللہ اور اس کے پیارے حبیب حضرت محمد رسول اللہؐ دونوں کی تردید کرتے ہیں۔ "مثل" کی تاویل کرتے وقت "مشبّہ بہٖ" کی تنقیص کر کے دراصل "مشبّہ" کا درجۂ علیا گھٹایا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا کرنا، حد درجہ کی بے ادبی ہے۔ اہلِ زبان جانتے ہیں کہ "مشبّہ بہٖ" ہمیشہ صفت کے اعتبار سے "مشبّہ" سے کم تر ہوتا ہے۔ لہٰذا "کُم" صفات و درجات میں "أنا" سے اصولی طور پر ہی فروتر ہے اور "صفتِ مشبّہ" صرف "بشر" ہے۔ اور حضور ﷺ کمال و معراجِ بشر ہیں، آپؐ سید البشر ہیں۔ آپؐ افضل البشر، آپؐ اکمل البشر ہیں۔ آپ ﷺ سارے عالمِ بشریت میں بے مثال، بے نظیر اور اپنی مثال آپ ہیں۔ آپؐ آسمانِ بشریت پر چمکنے والے آفتاب و مہتاب ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے گلزارِ بشریت میں جو پھول اگائے ہیں، آپ ﷺ ان میں گلِ سر سبد ہیں۔ پھر "نبوت و رسالت" وہی مرتبہ علیا اور درجہ عظمیٰ ہے جو ہم تم کو حاصل نہیں اور یہی وہ امتیاز و اعزاز ہے جو حضور اقدسؐ کو ﴿قاب قوسین﴾ کی بلندیوں اور افقِ اعلیٰ کی رفعتوں پر لے جاتا ہے، جہاں تک ہمارے طائرِ فکر کی بھی رسائی نہیں۔

اہل حدیثوں پر ایک بہتان یہ لگایا جاتا ہے کہ وہ حضورؐ اقدس کا مرتبہ بڑے بھائی کے برابر کہتے ہیں ہم اس الزام کی پرزور تردید کرتے ہیں ہمارے علم میں نہیں پر اگر کسی اہل حدیث نے ایسا کہا ہے تو ہم اس سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں حضور اقدسؐ کی ذات بابرکات سے اہل حدیثوں کو جو محبت اور عقیدت ہے اس کا تذکرہ میں پیچھے کر آیا ہوں، حضورؐ کی عظمتوں کے سامنے ہفت افلاک کی رفعتیں ہیچ ہیں۔ ہماری جانیں، ہماری اولادیں، ہمارے والدین اور ہماری ہر عزیز شے آپ ﷺ کی خاکِ پا پر فدا ہے... مگر ہم حضورؐ کو نور، غیب داں، حاضر و ناظر، حاجت روا اور مشکل کشا نہیں کہتے ہیں۔ اور جو لوگ یہ خصائصِ الوہیت آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی میں ڈالتے ہیں وہی دراصل گستاخِ رسولؐ ہیں اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے بھی چور ہیں۔

گستاخ دراصل وہ ہیں جو اس رسولِ اطہرؐ کی نعت مزامیر (موسیقی) کے ساتھ گاتے ہیں جن کا مقصدِ بعثت مزامیر کو توڑنا تھا۔

گستاخ دراصل وہ ہیں جنہوں نے اپنی عقیدتوں کے گلدستے مکہ اور مدینہ کی بجائے ہندی اور عجمی استھانوں درگاہوں، خانقاہوں اور درباروں پر چڑھائے ہیں۔ (بقیہ : صفحہ ۲۴ پر ملاحظہ فرمائیں)